بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احادیث کا صحیح ترین مجموعہ

جس کے ایک لفظ میں بھی کسی مسلمان کو شبہ نہیں ہو سکتا

صدر گرامی قدر و عزیزان محترم۔ سلام مسنون

اصطلاح میں حدیث، حضور نبی اکرمؐ کے اقوال اور اعمال کو کہتے ہیں۔ حتیٰ کہ اگر حضورؐ کے سامنے کوئی بات ہوئی اور اس سے آپ نے منع نہیں فرمایا نہ اس کی تردید کی، تو وہ بھی حدیث کے زمرہ میں شامل ہو جاتی ہے۔ اسے اصطلاح میں تقریر کہتے ہیں۔ آپ نے قرآن کریم کو تو مرتب اور مدون شکل میں امت کو دیا لیکن اپنی احادیث کا کوئی مجموعہ مرتب فرما کر نہیں دیا۔ کافی عرصہ بعد، بعض حضرات نے اپنے طور پر ان احادیث کو جمع کرنا شروع کیا جو اس وقت لوگوں میں زبان زد تھیں۔ احادیث کے اس قسم کے بہت سے مجموعے ہیں لیکن ان میں سے چھ مجموعے ایسے ہیں جنہیں سنی حضرات صحیح مانتے ہیں۔ (شیعہ حضرات کے اس قسم کے اپنے مجموعے ہیں)۔ سینوں کے ان مجموعوں میں، امام بخاری اور مسلم کے مجموعے صحیح ترین تسلیم کئے جاتے ہیں، اور بخاری کو **اصح الکتب بعد کتاب اللہ** کہا جاتا ہے۔ ان جامعین احادیث کا مختصر تعارف حسب ذیل ہے۔

1۔ امام بخاریؒ یہ بخارا میں پیدا ہوئے۔ اور قریب 256ھ میں سمرقند میں وفات پائی۔

2۔ امام مسلمؒ یہ ایران کے شہر نیشا پور میں پیدا ہوئے اور 261ھ میں وفات پائی۔

3۔ امام ابو عیسیٰؒ ترمذی یہ ایران کے شہر ترمذ میں پیدا

ہوئے سال وفات 279ھ ہے۔

4۔ امام ابو داؤدؒ یہ سیستان (ایران) کے رہنے والے تھے۔
275ھ میں وفات پائی

5۔ ابن ماجہؒ یہ شمالی ایران کے شہر قزوین کے رہنے والے
تھے۔ سن رحلت 273ھ ہے۔

6۔ امام نسائیؒ یہ مشرقی ایران کے صوبہ خراسان کے ایک
گاؤں نساء میں پیدا ہوئے۔ ان کا سن وفات 303ھ ہے۔

یہ تمام حضرات ایرانی تھے اور انہوں نے اپنے مجموعوں کو' لوگوں کی زبانی روایت سے' تیسری صدی ہجری میں مرتب فرمایا۔ ان مجموعوں کے اتنا عرصہ بعد اور اس طرح مرتب کئے جانے کا نتیجہ ہے کہ (اور تو اور خود) سنی حضرات بھی ان مجموعوں کی تمام احادیث کو صحیح نہیں تسلیم کرتے۔ کوئی ایک حدیث کو صحیح قرار دیتا ہے تو دوسرا اس سے انکار کرتا ہے۔ چنانچہ امت میں اس وقت جس قدر اختلافات پائے جاتے ہیں' ان کی بنیادی وجہ یہی ہے۔ ان اختلافات کی نوعیت کیا ہے' اس کے لئے ہم ان بحثوں کا ذکر نہیں کرنا چاہتے جو ہزار برس سے امت میں متواتر چلی آ رہی ہیں۔ ہم اس سلسلہ میں خود اپنے زمانے کے دو مکاتب فکر کا ذکر' کر دینا کافی سمجھتے ہیں' جو حدیث کے بہت بڑے حامی ہیں۔ مولانا محمد اسماعیل صاحب (صدر جمعیت اہلحدیث) اپنے رسالہ " جماعت اسلامی کا نظریہ حدیث " میں تحریر فرماتے ہیں۔

> تحقیق و **تثبیت** کے بعد حدیث کا ٹھیک وہی مقام ہے جو قرآن عزیز کا ہے۔ اور فی الحقیقت اس کے انکار کا ایمان و دیانت پر بالکل وہی اثر ہے جو قرآن عزیز کے انکار کا ہے ..... جو احادیث **قواعد صحیحہ** اور ائمہ سنت کی تصریحات کے مطابق **صحیح** ثابت ہوں انکا انکار کفر ہو گا اور ملت سے خروج

کے مترادف۔ (صفحہ 48)

آگے چل کر وہ رقمطراز ہیں :

بخاری اور مسلم کی احادیث پر امت متفق ہے ..... ان احادیث
کی صحت قطعی ہے۔ (صفحہ 51)

اس سے ظاہر ہے کہ اہل حدیث حضرات کے عقیدہ کے مطابق' بخاری اور مسلم کی کسی حدیث سے انکار' کفر ہے اور ایسا کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

اس کے برعکس' سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کا ارشاد ہے کہ

یہ دعویٰ کرنا صحیح نہیں کہ بخاری میں جتنی احادیث درج ہیں ان کے مضامین کو جوں کا توں بلا تنقید قبول کر لینا چاہیے۔
(ترجمان القرآن۔ اکتوبر۔ نومبر۔ 1952ء)

اس کی وجہ وہ یہ بیان کرتے ہیں کہ

اصل واقعہ یہ ہے کہ کوئی روایت جو رسول اللہؐ کی طرف منسوب ہو اس کی نسبت کا صحیح اور معتبر ہونا بجائے خود زیر بحث ہوتا ہے۔ آپ (فریق مقابل) کے نزدیک ہر اس روایت کو حدیث رسول مان لینا ضروری ہے۔ جسے محدثین سند کے اعتبار سے صحیح قرار دیں لیکن ہمارے نزدیک یہ ضروری نہیں۔ ہم سند کی حجت کو حدیث کے صحیح ہونے کی لازمی دلیل نہیں مانتے۔ (رسائل و مسائل ۔ حصہ اول۔ صفحہ 290

خود حنفی حضرات بخاری اور مسلم کی قریب دو سو احادیث کو صحیح تسلیم نہیں کرتے (جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے) اہل حدیث حضرات' ان مجموعوں کی کسی ایک حدیث کے انکار کو بھی کفر قرار دیتے ہیں اور ایسا سمجھنے والے دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ جب بخاری اور مسلم کا (جو حدیث کے صحیح ترین مجموعے سمجھے جاتے ہیں) یہ

حال ہے تو باقی مجموعوں میں اختلافات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے ان مجموعوں کی تعداد پچاس کے قریب بتائی ہے اور وہ ان سب میں صحیح اور غیر صحیح کا اختلاط مانتے ہیں۔

لیکن اس کے باوجود' اقوال و اعمال رسول اللہ کا ایک مجموعہ ایسا بھی ہے جس کے کسی ایک لفظ میں بھی مسلمان کو --- خواہ وہ سنی ہو یا شیعہ --- حنفی ہو یا اہلحدیث۔ مولانا محمد اسماعیل صاحب ہوں یا مودودی صاحب---- کسی قسم کا شک و شبہ نہیں ہو سکتا۔ اس مجموعہ میں اس قسم کے اقوال بڑی تعداد میں ہیں۔ وہ میرے پاس موجود ہے۔ میں آج کی نشست میں' اس میں سے کچھ اقوال پیش خدمت کرنے کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اس خطاب کے خاتمہ پر میں' اس اہم مجموعہ کی زیارت پیش خدمت کروں گا۔ متن بعد میں آپ حضرات خود دیکھ لیجئے گا۔ **واللہ المستعان علیہ توکلت والیہ اُنیب۔**

خدا کا تصور

دین کی بنیاد ایمانِ خدوندی پر ہے۔ لیکن خدا پر ایمان کے یہ معنی نہیں کہ خدا کے متعلق جس قسم کا جی چاہے تصور قائم کر لیا جائے اور اسے خدا پر ایمان قرار دے دیا جائے۔ خدا پر ایمان کے معنی ہیں خدا کا صحیح تصور۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم ان اقوام و افراد کو بھی خدا پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہے جو خدا کے منکر نہیں۔ اسے مانتے ہیں۔ ان لوگوں کو خدا پر ایمان لانے کی دعوت دینے سے مفہوم یہ ہے کہ وہ خدا کا صحیح تصور اپنے سامنے رکھیں۔ اس اعتبار سے میں سب سے پہلے خدا کے اس تصور کو پیش کرتا ہوں جسے رسول اللہؐ نے بیان فرمایا۔ اس سلسلہ میں پہلے کائناتی خدا کو سامنے لایا گیا اور کہا کہ

۱۔ کیا تم اس خدا کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو مراحل میں پیدا کیا۔ تم غیر خدائی قوتوں کو اس کا ہمسر قرار دیتے ہو حالانکہ وہ خدا جملہ کائنات کا نشو و

نما دینے والا ہے۔ (41/9)

2۔ ذرا مجھے بتاؤ کہ اگر خدا زمین کی گردش کو ساقت کر دے جس کا نتیجہ یہ ہو کہ تمہارے ہاں ہمیشہ رات ہی رہے' دن نہ چڑھے۔ یا (دوسری طرف) دن ہی رہے' رات پڑے ہی نہیں۔ تو وہ کون ہے جو زمین کے اس سکون کو مبدل بہ حرکت کر کے سلسلہ لیل و نہار کو جاری کر سکے۔ یہ اس کی رحمت ہے جو اس نے اس سلسلہ کو یوں قائم کیا ہے کہ تمہارے لئے کام اور آرام کے وقفے باری باری آتے رہتے ہیں۔ (28/73-71)

3۔ پھر فرمایا کہ تم مجھے بتاؤ کہ خدا کے سوا وہ کون ہے جو تمہیں بحرو بر کے تاریک راستوں کے خطرات سے محفوظ رکھتا ہے۔ (6/63)

4۔ (فرمایا کہ) مجھے بتاؤ کہ وہ کون ہے جو تمہیں زمین و آسمان سے رزق دیتا ہے۔ (اسباب و رزق کس کے پیدا اور مہیا کردہ ہیں؟) وہ کون ہے جو تمہاری سماعت و بصارت پر پورا پورا اقتدار رکھتا ہے؟ وہ کون ہے کہ جس کا قانون تخلیق' بے جان مادہ سے زندگی کی نمود کرتا' اور زندہ اجسام کے عناصر کو ہر آن تلف کر کے ان کی جگہ جدید سالمات وجود میں لاتا ہے۔ وہ کون ہے جو اس عظیم سلسلہ کائنات میں تدبیر امور کرتا ہے۔ یہ ہے تمہارا رب (جس کی طرف میں دعوت دیتا ہوں) لیکن تمہاری یہ کیفیت ہے کہ تم ایسی کھلی ہوئی حقیقت کے بعد جس کا تمہیں خود اعتراف ہے' غلط راستوں پر چل نکلتے ہو۔ اس خدا نے کائنات کی تخلیق کی ابتدا کی تھی اور اب وہ اسے مختلف گردشیں دے کر سنوارتا چلا جاتا ہے؟ کیا اس تمام نظم و نسق میں کسی اور کا قانون شریک و سہیم ہے ؟(ایسا ہو ہی نہیں سکتا) (10/34-31)

5۔ (اے خدا پر ایمان رکھنے کے مدعیو! تمہیں یہ تو تسلیم ہے کہ) زمین و آسمان میں جو کچھ ہے سب خدا کی ملکیت ہے' وہی کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں ہر شے کو نشو و نما دیتا ہے۔ اور اس کا مرکزی کنٹرول بھی اسی کے

ہاتھ میں ہے۔ وہ ہر شے کا محافظ ہے لیکن اسے کسی کی حفاظت کی ضرورت نہیں۔ (اتنا کچھ تم مانتے ہو۔ لیکن اس کے بعد یہ کیوں نہیں مانتے کہ جس طرح کائنات کی ہر شے اس کے قوانین کی اطاعت کرتی ہے تمہیں بھی اس کے قوانین کی اطاعت کرنی چاہیے) مجھے حیرت ہے کہ اس مقام پر آ کر تمہیں کیا ہو جاتا ہے۔ وہ کون سی بات ہے جس سے تم اس معاملہ میں دھوکا کھا جاتے ہو۔ (23/89-84)

6۔ ذرا سوچو کہ اگر کائنات پر خدا کا نظام نشو و نما محیط نہ ہوتا۔ وہ نظام جو ہر شے کو سامان پرورش بھی بہم پہنچاتا ہے اور اس کی حفاظت کا انتظام بھی کرتا ہے۔۔۔ تو زندگی کے خطرات سے تمہیں کون بچا سکتا تھا۔ (21/42) یاد رکھو! اس کے سوا تمہارا کوئی حامی و ناصر نہیں۔ (33/17) وہی تمہیں سامان زیست عطا کرتا ہے۔ (34/24)۔ اس کا کوئی شریک نہیں (34/27)

انسان کی اپنی دنیا

7۔ خارجی کائنات کے بعد، تم خود اپنی طرف آؤ، اور مجھے بتاؤ کہ اگر خدا تمہاری سماعت و بصارت اور سمجھنے سوچنے کی صلاحیت سلب کر لے تو وہ کون ہے جو تمہیں یہ قوتیں اور صلاحیتیں واپس دلا دے یا اس تباہی سے تمہیں محفوظ کر لے (جو قوانین خداوندی کی خلاف ورزی کا فطری نتیجہ ہے)۔ (6/47-46)

8۔ یاد رکھو! خدا مالک الملک ہے۔ خدائی اور کبریائی کے اقتدارات صرف اسی کو حاصل ہیں۔ قوموں کی حکومت و سطوت، عروج و زوال، عزت و ذلت کے فیصلے سب اس کے متعین فرمودہ قوانین مشیت کے مطابق ہوتے ہیں۔ (3/25) وہ **فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَ الاَرض** ہے۔ وہ **عَالِمِ الغَيبِ والشَّهادة** ہے۔ تمام اختلافی امور میں قول فیصل اسی کا قانون

ہے۔ (39/46) تم کسی بات کو اپنے دل میں چھپاؤ یا اس کا اظہار کرو' اسے سب کا علم ہوتا ہے۔ (3/28 : 68-22/69) رزق کی بست و کشاد بھی اسی کے مقرر کردہ قوانین کے مطابق ہوتی ہے۔ جو ان قوانین کا اتباع کرتا ہے اسے رزق کی کشادہ حاصل ہو جاتی ہے۔ جو ان کے خلاف چلتا ہے' اس کی روزی تنگ ہو جاتی ہے۔ (34/36 : 20/124) یاد رکھو! کائنات کا ہر حادثہ اسی کے قوانین کے مطابق رونما ہوتا ہے۔ اور انسانی زندگی میں رنج و راحت بھی اسی کے قوانین کے مطابق حاصل ہوتے ہیں ' (9/51 : 4/78)

9۔ اسے بھی اچھی طرح سن رکھو کہ جغرافیائی حدود سے نہ اس کی جدائی میں فرق آ سکتا ہے نہ ہی یہ چیز انسانوں میں تفریق کا باعث بن سکتی ہے۔ اس لئے کہ مشرق و مغرب سب خدا ہی کے ہیں (2/142)

10۔ میں پھر دہرادوں کہ جس خدا پر ہم ایمان رکھتے ہیں وہ وہ ہے جو کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں ہر شے کو سامان نشو و نما بہم پہنچاتا ہے۔ وہ ہر شے کا خالق ہے۔ نفع اور نقصان سب اس کے مقرر کردہ قوانین کے مطابق پہنچتا ہے۔ لیکن اس کے برعکس' تم انہیں خدا مان رہے ہو جن میں اس کی کوئی قوت نہیں۔ سوچو کہ کیا اندھا اور آنکھوں والا برابر ہو سکتے ہیں۔ کیا تاریکی اور روشنی ایک جیسی ہو سکتی ہے ؟ (13/16) ایسی چیزوں کو معبود بنا لینا جنہیں نہ کسی قسم کا اختیار و اقتدار حاصل ہو۔ نہ ہی وہ کسی عقل و کفر کی مالک ہوں۔ اگر حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔ (39/44-43)

11۔ (تم اچھی طرح سن رکھو کہ) میرا رب وہ ہے جس کے علاوہ کوئی اس قابل نہیں کہ اس کی محکومیت اختیار کی جائے۔ (13/30)۔ تم اس کے ساتھ جنہیں شریک خدائی کرتے ہو ذرا انہیں بلاؤ تو سہی۔ ذرا ان کا کچھ پتہ نشان تو دو۔ باقی رہا تمہارا یہ کہ تم ان کے ذریعے خدا تک اپنی بات پہنچاتے ہو' تو وہ بیچارے خود کسی بات کا علم نہیں رکھتے۔ وہ تمہاری بات اس خدا تک کیا

پہنچائیں گے جو ہر شے کا علم رکھتا ہے۔ (13/33-30) (10/18) (49/16) اگر اس کے کوئی شریک خدائی ہوتے تو وہ یقیناً" اس کے تخت کبریائی تک جا پہنچتے۔ (لیکن ایسا ہو ہی نہیں سکتا) (17/42)۔ یاد رکھو! ان میں سے کوئی ہستی ایسی نہیں جو تمہیں نفع یا نقصان پہنچانے کا اقتدار رکھتی ہو۔ (5/76) یا اگر تم پر خدا کے کسی قانون کی خلاف ورزی سے کوئی مصیبت آ جائے تو وہ اس مصیبت سے تمہیں بچا لے۔ (6/40)

اور اگر تم کہو کہ یہ ہستیاں غیب کا علم رکھتی ہیں تو اس بات کو کان کھول کر سن لو کہ غیب کا علم خدا کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔ (27/65)۔

12۔ میں نے خدا کے متعلق یہ چند باتیں تم سے بیان کی ہیں ورنہ) اس کی صفات و کلمات کا تو یہ عالم ہے کہ اگر دنیا کے سمندر روشنائی بن جائیں' تو وہ پھر بھی ختم نہ ہوں۔ (18/109) تفصیل میں جانے سے تو اس کی یہ کیفیت ہے لیکن اگر اسے اجمالاً" سمجھنا چاہو تو یہ سمجھ لو کہ جس خدا کی طرف سے دعوت دیتا ہوں' وہ خدائے واحد ہے۔ اس کا کوئی شریک و سہیم نہیں۔ وہ یگانہ ہے اسے کسی کی احتیاج نہیں لیکن کائنات کی ہر شے اپنی ہر احتیاج میں اس کی دست نگر ہے۔ وہ نہ خود سلسلہ تولید سے وجود میں آیا ہے' نہ ہی اس کی کوئی اولاد ہے۔ دو لفظوں مین یوں سمجھ لو کہ اس کا کوئی مثیل و نظیرو ہمسر نہیں۔ وہ اپنی ذات و صفات میں یگانہ و لا شریک ہے۔ (112/4-1)

13۔ میں پوچھتا یہ ہوں کہ کیا تم ایسے خدا کی بابت جھگڑے نکالنا چاہتے ہو جو اسے ماننے والوں اور نہ ماننے والوں' سب کو سامان زیست مہیا کرتا ہے (2/139) اور اس کی سوا کوئی نہیں جو ایسا کر سکے۔ (34/24) میں کہتا ہوں کہ تم زیادہ نہیں' کم از کم اتنا ہی سوچو کہ اگر وہ پانی کے متعلق یہ قانون بنا دے کہ وہ زمیں کے اندر جائے تو اس کے اندر جذب ہو کر رہ جائے۔ اوپر آئے

ہی نہیں' تو دنیا میں کوئی ذی حیات زندہ رہ سکتا ہے ؟ (67/30) یہ ہے وہ خدائے رحمٰن جس پر ہم ایمان رکھتے ہیں۔ (67/29)

14۔ لیکن میں نے جو اسے رحمٰن کہہ کر پکارا ہے تو یہ اس کی صفت رحمانیت کی نسبت سے ہے۔ ورنہ اس کی کوئی خاص اہمیت نہیں کہ تم اسے کس نام سے پکارتے ہو۔ اہمیت نام کی نہیں۔ اہمیت اس تصور کی ہے جو تم خدا کے متعلق رکھتے ہو۔ اس کا تصور صحیح ہو تو پھر اسے جس نام سے جی چاہے پکارو۔ ہر حسین نام جو اس کی کسی صفت کا مظہر ہو اسی کا ہے۔ (17/110)

وحی کے متعلق ارشادات

یہ ہے جو کچھ خدا پر ایمان کے سلسلہ میں ارشاد ہوا۔ لیکن خدا پر ایمان کے ضمن میں اس حقیقت کو سمجھ لینا چاہئے کہ اس کا عملی فرق وحی پر ایمان سے پڑتا ہے۔ ایک شخص یہ مانتا ہے کہ خدا ہے اور اس کی یہ صفات ہیں لیکن وہ کہتا ہے۔ جہاں تک میرے معاملات کا تعلق ہے انہیں میں اپنی صوابدید کے مطابق خود طے کرتا ہوں۔ ان سے خدا کا کوئی تعلق نہیں تو ایسے شخص کو بھی خدا پر ایمان رکھنے والا نہیں سمجھا جائے گا۔ خدا پر ایمان کا عملی مفہوم یہ ہے کہ انسان اپنے معاملات کو ان اصولوں کے مطابق طے کرے جنہیں خدا نے متعین کیا ہے اور اپنا جملہ کاروبار حیات ان حدود وقیود کے اندر رکھے جو خدا کی طرف سے مقرر ہوئی ہیں اور جس کا انسانوں کو علم وحی کی رو سے دیا گیا ہے۔ اگر کوئی شخص وحی کو نہیں مانتا تو اس کا خدا کو ماننا نہ ماننا یکساں ہے۔ اس لئے' ذات و صفات خداوندی کے بعد' جو کچھ وحی کے متعلق فرمایا گیا' اب اسے دیکھئے۔ ارشاد ہوا۔

1۔ تم وحی کی کنہ و حقیقت کے متعلق دریافت کرنا چاہتے ہو! اس سلسلہ میں اتنا سمجھ لو کہ وحی کا تعلق خدا کے عالم امر سے ہے ۔ (17/85) (اور تمہارا علم' عالم محسوسات تک محدود ہے۔ اس لئے اسے تو نبی کے سوا کوئی اور سمجھ

نہیں سکتا۔ البتہ جو تعلیم وحی کی رو سے پیش کی جاتی ہے تم اسے سمجھ سکتے ہو۔ لہٰذا تم اپنے سوال کو اسی حد تک محدود رکھو)

2۔ تم کہتے ہو کہ اس کی دلیل کیا ہے کہ جو وحی میں تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں یعنی قرآن کریم۔ یہ میرے اپنے ذہن کی تخلیق نہیں۔ خدا کی طرف سے ہے۔ تو اس کا طریق بہت آسان ہے۔ اگر تم سمجھتے ہو کہ یہ خدا کا کلام نہیں۔ کسی انسان کی تصنیف ہے تو تم اس جیسی کتاب تصنیف کر کے دکھاؤ۔ (17/88) پورا قرآن نہیں' اس جیسی دس سورتیں مرتب کر کے بتاؤ۔ (11/13) دس کو بھی چھوڑو۔ صرف ایک سورت بنا کر لاؤ۔ (10/38) بات صاف ہو جائے گی۔

اور اگر تم ایسا نہ کر سکو' جیسا کہ ظاہر ہے کہ تم کبھی نہیں کر سکو گے' تو پھر تمہیں یہ ماننا پڑے گا کہ اسے اس خدا نے نازل کیا ہے جو تمام کائنات کے جملہ امور سے واقف ہے۔ (25/6) اسے روح القدس میری طرف لے کر آیا ہے (16/102) اس کی ہر بات حتمی اور یقینی ہے۔ (10/53) جو شخص اس کی صداقتوں کو صحیح تسلیم کرتا ہے۔ یہ اسے منزل انسانیت کی طرف جانے والا صحیح راستہ دکھا دیتا ہے۔ اور اسے ان تمام نفسیاتی الجھنوں سے نجات مل جاتی ہے جو اس کے لئے وجہ اضطراب بنتی رہتی ہیں۔ (41/44)

3۔ (یاد رکھو! ہر سوال کا صحیح جواب صرف ایک ہوتا ہے۔ اس لئے) منزل انسانیت کی طرف لے جانے ولا اراستہ بھی ایک ہی ہے۔ اور وہ وہی راستہ ہے جس کی طرف خدا کی یہ کتاب راہ نمائی کرتی ہے (2/120 : 3/72 : 6/71) اب تم سوچو کہ جو شخص اس راستے کو اختیار نہیں کرے گا اس کا انجام کیا ہو گا۔ کیا اس سے زیادہ راہ گم کردہ کوئی اور بھی ہو سکتا ہے۔ ؟

(42/10 : 41/52)

4۔ میں تم سے اس قرآن کو زبردستی منوانا نہیں چاہتا۔ صداقت دل و دماغ کے

کامل اطمینان کے بعد خود مانی جاتی ہے۔ منوائی نہیں جا سکتی۔ اس لئے تم میں سے جس کا جی چاہے' قرآن کو اپنا ضابطہ ہدایت تسلیم کر لے۔ جس کا جی چاہے اس سے انکار کر دے۔ (13/27) : (18/29) لیکن اگر تم اس کی مخالفت کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے تو میں تمہیں متنبہ کر دینا چاہتا ہوں کہ جو کچھ میں پیش کرتا ہوں وہ حق ہے۔ اور حق کی یہ خاصیت ہوتی ہے کہ جب باطل اس کے بالمقابل آتا ہے تو یہ اسے اس طرح کچل دیا کرتا ہے کہ اس میں مقابلہ کی سکت باقی نہیں رہتی۔ اگر تم اس کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے تو تمہارا بھی یہی حشر ہو گا۔ (34/49-48؛17/81)

5۔ (تمہارے دل میں شاید یہ بھی خیال پیدا ہو کہ میں تمہاری مخالفت سے ڈر کر تم سے مفاہمت کے لئے آمادہ ہو جاؤں گا۔ اور مفاہمت کے معنی یہ ہیں کہ تمہاری خاطر اس ضابطہ حیات میں کچھ ردو بدل کر دیا جائے۔ سو تم دل کے کانوں سے سن لو کہ اول تو میں خود ہی اس کے لئے آمادہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن اگر بفرض محال میں ایسا چاہوں بھی تو) میں اس میں کسی قسم کی تبدیلی کر ہی نہیں سکتا۔ (10/15) (یہ جب میری اپنی تخلیق ہی نہیں تو میں اس میں کسی تبدیلی کا مجاز کیسے ہو سکتا ہوں)

6۔ یہ تو محض خدا کے فضل و رحمت سے ہے جو اس نے اس قسم کا ضابطہ انسانوں کو عطا کر دیا ہے۔ سوائے نوع انسانی! تمہیں چاہئے کہ خدا کی اس موہبت کبریٰ کے ملنے پر جشن مسرت مناؤ۔ (10/58)

خود اپنی ذات کے متعلق

خدا کی وحی ایک انسان کے ذریعے' لوگوں تک آتی ہے۔ اس برگزیدہ ہستی کو رسول کہا جاتا ہے۔ اس وحی کا اور وحی کو دوسروں تک پہنچانے والے رسول کا باہمی تعلق کیا ہوتا ہے' یہ مقام بڑا اہم بھی ہے اور نازک بھی۔ اس اہم نکتہ کی وضاحت

بھی خود نبی اکرمؐ کی زبان مبارک سے ہمارے سامنے آتی ہے۔ ارشاد ہوا۔

۱ ۔ میں نے کہا ہے کہ وحی کا سرچشمہ اس کائنات سے ماوراء علم خداوندی ہے اور اس کا تعلق عالم امر سے ہے۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ خود میں بھی کوئی فوق الفطرت ہستی ہوں۔ بالکل نہیں۔ میں تمہارے ہی جیسا ایک انسان ہوں بس اس فرق کے ساتھ کہ مجھ پر خدا کی وحی ہوتی ہے۔ یہ وحی میرے کسب یا ہنر کا نتیجہ نہیں۔ یہ ایک وہبی نعمت ہے جو محض خدا کے فضل و کرم سے اس کی طرف سے مجھے ملی ہے اور میں اسے تم تک پہنچا دیتا ہوں (3/73-72) یہ اس کی رحمت ہے کہ اس نے میری راہ نمائی صراط مستقیم کی طرف کر دی ہے۔ (6/162) اب میں باقی انسانوں کو اسی راستے پر چلنے کی دعوت دیتا ہوں اور میری یہ دعوت علیٰ وجہ البصیرت ہوتی ہے۔ (12/108) میں خود بھی اسی وحی کا اتباع کرتا ہوں۔ (7/203) میں جو تم سے کہتا ہوں کہ تمہاری فلاں روش کا نتیجہ تباہی ہو گا تو اس کا علم بھی مجھے قرآن ہی کے ذریعے ہوا ہے۔ (21 45) میرا منصب یہ ہے کہ میں تمہیں زندگی کی خطرناک گھاٹیوں سے آگاہ کر دوں۔ (15/89) میں ایک نذیر ہوں۔ (38/65)

2 ۔ میں نے جو کہا ہے کہ میں تمہارے ہی جیسا ایک انسان ہوں تو اس کی وضاحت میں سن لو کہ میرے پاس نہ اللہ کے خزانے ہیں' نہ میں کوئی فرشتہ ہوں۔ نہ مجھے علم غیب حاصل ہے۔ میں خدا کی وحی کا اتباع کرتا ہوں اور یہی دعوت کی بنیاد ہے۔ (6/50) (41/6:18/110) تمہارا مجھ سے یہ مطالبہ کہ میں تمہیں کوئی معجزہ دکھاؤں' بے معنی بات ہے۔ جب کہ میں بار بار کہتا ہوں کہ میں تمہارے ہی جیسا ایک انسان ہوں۔ (17/93-90) میں انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں اس لئے مجھے انہی جیسا ایک انسان ہونا چاہئے۔ اگر زمین پر فرشتے بستے تو پھر ان کی طرف ایک فرشتہ رسول بن کر آتا۔ (17/95)

3 ۔ اسے اچھی طرح سن لو کہ میں تمہارے لئے کسی نفع یا نقصان کا اختیار نہیں رکھتا۔ (72/21:48/11) تمہارے لئے نفع یا نقصان کا اختیار تو ایک طرف

میں خود اپنی ذات کے لئے بھی کسی نفع یا نقصان کا اختیار نہیں رکھتا۔ یہ سب خدا کے مقرر کردہ قوانین کی رو سے ہوتا ہے۔ (10/49 : 7/188) اگر میں بھی خدا کے کسی قانون کی خلاف ورزی کروں تو اس کے عذاب میں مبتلا ہو جاؤں (39/13 : 6/15) مجھے اس سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔ (72/22) (ظاہر ہے کہ جب میری اپنی یہ حالت ہے تو میں کسی اور کو قانون خداوندی کی خلاف ورزی کرنے کے نتائج سے کیسے بچا سکتا ہوں!) میں ہر خطرات سے حفاظت کے لئے قوانین خداوندی کے دامن میں پناہ لیتا ہوں۔ (23/98-97 : 113/1 : 114/1)۔

4۔ اسے بھی سمجھ لو کہ جب سیدھے راستے پر چلتا ہوں تو وہ وحی کی بدولت ہوتا ہے۔ اور اگر مجھ سے کوئی سہو یا خطا ہو جائے تو چونکہ اس کا ذمہ دار میں خود ہوں گا۔ (خدا کی وحی نہیں ہو گی) اس لئے اس کا خمیازہ بھی مجھے ہی بھگتنا پڑے گا۔ (34/50)

5۔ (تم مجھ سے پوچھتے ہو کہ میرے دعوے کی صداقت کا ثبوت کیا ہے؟ تم ذرا سوچو کہ میں کہیں باہر سے نہیں آیا) میں نے اس دعوے سے پہلے اپنی ساری عمر تمہارے اندر بسر کی ہے۔ کیا تم اس سے اندازہ نہیں لگا سکتے کہ اس قسم کی زندگی سچے انسان کی ہوتی ہے یا جھوٹے اور فریب کار کی؟ (10/16)۔

6۔ اور پھر اسے بھی سوچو کہ میں جو کچھ تم سے کہتا ہوں اس کا کوئی معاوضہ تم سے نہیں مانگتا۔ (6/91 : 38/86) (لہٰذا اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ اس میں میرا اپنا کوئی مفاد مضمر نہیں۔ میں یہ تمہارے ہی بھلے کے لئے کہتا ہوں) تم میں سے جو شخص غلط راستہ چھوڑ کر' خدا کی طرف جانے والی راہ اختیار کر لے گا' تو یہی میری محنت کا معاوضہ ہو جائے گا۔ (25/57) خدا کی طرف جانے والی راہ پر گامزن ہونے کا پہلا نتیجہ یہ ہو گا کہ تم جو اس وقت باہمی خوں ریزی اور فساد انگیزیوں میں الجھے رہتے ہو اسے چھوڑ کر' باہمی قرابتداری کے حقوق کی نگہداشت کرنے لگ جاؤ گے۔ یہ بھی میری محنت کا معاوضہ ہو گا۔

(42/23) یعنی وہ معاوضہ جس کا نفع خود تمہاری اپنی ذات کو ہو گا۔ (34/47)۔

7۔ (اس کے بعد یہ سمجھ لو کہ میری دعوت کا بنیادی نقطہ کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ) اطاعت و محکومیت صرف ایک خدا کی اختیار کی جا سکتی ہو۔ اس کے سوائے کوئی ایسی ہستی نہیں جس کے سامنے جھکا جائے۔ مجھے خدا کی طرف سے اس کی تاکید ہوئی ہے اور اسی کی اطاعت میں خود بھی کرتا ہوں (11-39/15) مجھے اس سے منع کر دیا گیا ہے کہ میں اس کے علاوہ کسی اور کے احکام و قوانین کی اطاعت کروں۔ (6/56) یہی نہیں کہ اس کے علاوہ کسی اور کی اطاعت نہ کروں۔ بلکہ یہ بھی کہ اس کی اطاعت میں کسی اور کی اطاعت کو شریک نہ کروں۔ (13/36)۔ میری طرف جو وحی آتی ہے اس کی بنیادی تعلیم یہ ہے کہ تمہارا الٰہ صرف ایک خدا ہے۔ (21/108)۔

8۔ میری دعوت تو یہ ہے (72/20) ۔ اور تم چاہتے ہو کہ میں خدا کو چھوڑ کر اوروں کی اطاعت کر لوں ؟ (6/165-164) انسان جب کسی کے سامنے جھکتا ہے تو اس لئے کہ اسے اس سے نفع کی امید ہوتی ہے' یا وہ کسی نقصان سے بچنا چاہتا ہے۔ لیکن جب اس کا اختیار کسی اور کو ہے ہی نہیں' تو پھر اس کے سامنے جھکا کیوں جائے۔ (6/71 : 39/38) اور پھر وہ خدا مجھ سے کچھ کھانے کو بھی نہیں مانگتا۔ (6/14) لہٰذا' سوچو کہ اس قسم کے خدا کو چھوڑ کر' باطل خداؤں کو معبود بنا لینا' جہالت نہیں تو اور کیا ہے؟ (39/64)

9۔ بہرحال' میں نے اپنی زندگی اسی مشن کے لئے وقف کر رکھی ہے۔ میرا مرنا جینا سب اسی کے لئے ہے۔ (6/164-163) اگر تم بھی اسی طرح شرف انسانیت حاصل کرنا چاہتے ہو تو جس راستے پر میں چل رہا ہوں تم بھی اس پر چلتے جاؤ۔ (3/30) اگر تم نے اس کے بجائے اور راستے اختیار کر لئے تو وہ راستے تمہیں خدا کی طرف نہیں لے جائیں گے۔ (6/154) (ان پر چل کر تم منزل مقصود انسانیت تک نہیں پہنچ سکو گے)۔

10۔ (میں نے صحیح بات تم تک پہنچا دی ہے۔ اب یہ تمہارے اختیار میں ہے کہ تم اسے تسلیم کرو یا اس سے انکار کر دو) میں تم پر کوئی داروغہ مقرر نہیں کیا گیا۔ (6/66) میں تم سے جو کچھ کہتا ہوں' دلیل و برہان کی رو سے کہتا ہوں۔ (6/57) اگر تم اس سے اختلاف کرتے ہو تو میرا مطالبہ یہ ہے کہ تم بھی اپنے دعوے کے ثبوت میں' میری طرح دلیل و برہان پیش کرو۔ (2/111؛ 21/24 : 27/64) لیکن یہ بات میں تم سے ابھی کہے دیتا ہوں کہ تم دلائل خداوندی کے خلاف کوئی معقول دلیل پیش نہیں کر سکو گے۔ اس لئے کہ فیصلہ کن حقیقت تک پہنچانے والی دلیل صرف خدا کی طرف سے مل سکتی ہے۔ (6/150-149) اسی کو حقیقی علم کہا جا سکتا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ علم رکھنے والا اور بے علم کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔ (39/9) جس طرح اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں ہو سکتے۔ (6/50) نہ ہی تاریکی اور روشنی ایک جیسی ہو سکتی ہے۔ (13/16)۔

11۔ لیکن اگر تم اس طرح دلیل و برہان کی رو سے بات نہیں کرنا چاہتے تو دوسرا طریق یہ ہے کہ تم اپنے پروگرام پر عمل کرتے رہو۔ مجھے میرے پروگرام پر عمل کرنے دو۔ اور اتنا انتظار کرو کہ ان پرگراموں کا نتیجہ سامنے آجائے۔ یہ نتیجہ خود بتا دے گا کہ کس کا دعوے سچا ہے اور کس کا جھوٹا۔ کس کی راہ کامیابیوں کی طرف لے جاتی ہے اور کس کی تباہیوں کی طرف (11/122-121) (39/39) (6/136) تم بھی انتظار کرو۔ میں بھی انتظار کروں گا۔ (10/20) (20/135) (6/159) (52/31) اعمال کے نتائج ایسی کسوٹی ہے جس میں کسی کو شک و شبہ نہیں ہو سکتا۔ (10/41)۔

12۔ لیکن اگر تم نہ وہ کرنا چاہتے ہو نہ یہ' اور صرف دھاندلی سے اپنی بات منوانا چاہتے ہو اور نشہ قوت میں بد مست ہو کر میری دعوت کو کچل دینے کا ارادہ رکھتے ہو' تو تم یہ بھی کر دیکھو میں تمہاری دھمکیوں سے ڈر کر حق بات

کہنے سے باز نہیں رہ سکتا۔ تم خود بھی آ جاؤ اور اپنے ساتھ اپنے حمایتیوں کو بھی بلا لو' اور جو کچھ کرنا چاہتے ہو کر دیکھو۔ (7/195) پھر دیکھو کہ تمہارے معبودان باطل تمہاری کچھ بھی مدد کرتے ہیں؟ (17/56) : (34/22) تمہارے اور میرے درمیان فیصلہ خدا کے قانون کے مطابق ہو گا۔ (34/26) اور وہ قانون یہ ہے کہ جب حق سامنے آ جائے تو باطل کبھی مقابل میں ٹھہر نہیں سکتا۔ (17/81) میرے لئے اسی کی نگرانی کافی ہے۔ (6/19) (13/43) (17/96) (29/52)۔

13۔ اور آخر میں' میں تم سے صرف ایک بات کہنا چاہتا ہوں ـــــ صرف ایک بات ـــ اور وہ یہ کہ تم خدا کے لئے ایک ایک' دو دو کر کے کھڑے ہو جاؤ۔ اور پھر سوچو! جو کچھ بھی میں کہتا ہوں اس پر غور و فکر کرو۔ (34/46) (اگر تم نے سوچنا شروع کر دیا تو تم پر کامیابی کی راہیں کشادہ ہونے کا امکان ہو جائے گا)۔

آنے والا انقلاب

1۔ میں جو تم سے اس حتم و یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ حق غالب آئے گا اور تم بری طرح تباہ و برباد ہو جاؤ گے تو یہ اس لئے ہے کہ مجھے خدا کے قانون مکافات پر پورا پورا یقین ہے۔ انسانی اعمال کے نتائج سامنے آ کر رہتے ہیں۔ اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ لہٰذا' میں جس انقلاب سے تمہیں متنبہ کرتا ہوں) وہ آ کر رہے گا۔ (34/3 : 10/50)۔

2۔ تم کہتے ہو کہ اگر اس نے آنا ہے تو وہ فوراً" کیوں نہیں آ جاتا۔ یہ اس لئے کہ تم خدا کے اس قانون سے واقف نہیں کہ عمل اور اس کے نتیجہ میں ایک وقفہ ہوتا ہے جس کے گذرنے کے بعد ہی نتائج محسوس شکل میں سامنے آتے ہیں۔ (19/75) جب یہ مہلت کا وقفہ ختم ہو جاتا ہے تو پھر اس انجام کے

سامنے آنے میں ایک ثانیہ کی بھی کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔ (10/50-29)
(34/30-29) چونکہ مجھے خود علم نہیں کہ وہ مہلت کا عرصہ کس قدر طویل ہے
اس لئے میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ ساعت کب آئے گی۔ اس کا علم خدا ہی کو
ہے۔ (7/187) ہو سکتا ہے کہ وہ قریب ہی ہو۔ (17/51)(21/109)
(27/72-71) (33/63) (67/26-25) (72/25) اگر اس ساعت کا لانا میرے
اختیار میں ہوتا تو معاملہ کبھی کا طے ہو چکا ہوتا۔ (6/58) لیکن مجھے حیرت ہے
کہ تم اس کے لئے اس قدر جلدی کیوں مچاتے ہو۔ اس مہلت کے عرصے
میں تم سامان زیست سے مستفید ہو سکتے ہو۔ لیکن تمہارا انجام جہنم کی تباہی ہو
گا۔ (14/30 : 39/8)۔

3۔ پھر ارشاد ہوا کہ تم میرے مشن کی مخالفت کے لئے مختلف تدبیریں کرتے
ہو۔ تم ایسا کرتے رہو۔ لیکن یاد رکھو کہ میرے خدا کی تدبیر (کہیں محکم) اور
اسکی رفتار بڑی تیز ہوتی ہے۔ (10/21)

4۔ اس کے ساتھ ہی میں تم سے یہ بھی کہ دینا چاہتا ہوں کہ نہ تم سے پوچھا
جائے گا کہ ہم کیا کرتے تھے۔ نہ ہم سے یہ سوال ہو گا کہ تم کیا کرتے تھے۔
ہر شخص اپنے اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے۔ اسی کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔
(34/25) : (10/41) لہٰذا بفرض محال اگر (جیسا کہ تم چاہتے ہو) خدا مجھے اور
میرے ساتھیوں کو ہلاک بھی کر دے۔ یا ہمیں اپنی رحمت سے نوازے۔ تو
اس سے تمہارے آل و انجام پر کچھ فرق نہیں پڑ سکتا۔ تم اس تباہی سے بچ
نہیں سکتے جو تمہاری غلط روش کے نتیجہ میں تمہارے اوپر مسلط ہونے والی
ہے۔ (67/28) تم خواہ مخواہ جھگڑے نکالتے ہو۔ یہاں سب فیصلے اعمال
کے مطابق ہوتے ہیں۔ (22/68)

5۔ تم کہتے ہو کہ میں اپنی طرف سے باتیں وضع کر کے انہیں خدا کی طرف
منسوب کر دیتا ہوں۔ اس سلسلہ میں تم خدا کے اٹل قانون کو ہمیشہ پیش نظر

رکھو کہ افترا کرنے والوں کو کبھی کامیابی نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا میرے پروگرام کا انجام خود بتا دے گا کہ میں افترا کرتا تھا یا سچ کہتا تھا۔ (11/35 : 68-10/69)

6۔ پھر اسے بھی اچھی طرح سن رکھو کہ خدا تو یہی چاہتا ہے کہ لوگوں کو اپنی رحمت کے سائے میں رکھے۔ لیکن جب لوگ جرائم پر اتر آئیں تو وہ ان کے تباہ کن نتائج سے کس طرح بچ سکتا ہیں۔ (6/148)

مخالفین عرب (کفار و مشرکین) سے خطاب

نبی اکرمؐ نے اپنی دعوت کا آغاز مکہ سے کیا اور یہ آواز یہاں سے نکل کر اس کے ارد گرد پھیلی۔ اس لئے اس کی سب سے پہلے مخالفت بھی یہیں سے شروع ہوئی۔ مکہ اور اس کے گرد و نواح میں جو لوگ بستے تھے وہ کسی سابقہ نبی کی دعوت کے پیرو ہونے کی مدعی نہیں تھے۔ وہ سرے سے نبوت کے تصور ہی سے انکار کرتے تھے متعدد دیوتاؤں اور دیویوں کی پرستش کرتے تھے۔ اس اعتبار سے انہیں کفار اور مشرکین کی اصطلاحات سے مخاطب کیا جاتا تھا۔ ان سے آپ نے فرمایا۔

1۔ اے لوگوں! اچھی طرح سمجھ لو کہ میری دعوت کیا ہے ؟ میں خدا کی طرف سے نازل کردہ کتاب پر ایمان رکھتا ہوں۔ اس کتاب میں مجھے حکم یہ دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان عدل کروں۔ اس لئے کہ خدا' کسی ایک گروہ کا خدا نہیں۔ وہ تمہارا بھی نشو و نما دینے والا ہے اور میرا بھی۔ میرا تم سے کوئی ذاتی جھگڑا نہیں۔ یہاں سب فیصلے خدا کے قانون مکافات کی رو سے ہوتے ہیں۔ جو کچھ تم کرتے ہو اس کا نتیجہ تمہارے سامنے آ جائے گا۔ جو کچھ میں کرتا ہوں اس کا انجام میرے سامنے آ جائے گا۔ (42/15) اس کے ساتھ ہی اسے بھی سن رکھو کہ میں تمہارے ساتھ کسی مفاہمت کے لئے تیار نہیں۔ جن ہستیوں کی تم نے عبودیت اختیار کر رکھی ہے میں انہیں معبود تسلیم کرنے کے لئے قطعاً" تیار نہیں۔ اور تمہاری روش یہ بتا رہی ہے کہ جس خدا کی محکومیت میں

نے اختیار کی ہے' اس کی محکومیت اختیار کرنے پر تم آمادہ نہیں۔ اب تمہاری روش کے نتائج تمہارے سامنے آ جائیں گے میری روش کے میرے سامنے (109/6-1)۔

2۔ تم سمجھتے ہو کہ زندگی بس اسی دنیا کی زندگی ہے' اس لئے جائز و ناجائز' ہر طریق سے دنیاوی مفاد حاصل کر لو۔ لیکن تمہیں معلوم نہیں کہ اس سے تم کس قدر خود اپنا نقصان کرتے ہو۔ تمہیں اپنے اعمال بڑے سہانے نظر آتے ہیں حالانکہ نتائج کے اعتبار سے وہ بڑے خطرناک ہیں۔ (18/105-103)۔

3۔ تم کہتے ہو کہ جس راستے پر تم چل رہے ہو وہی صحیح راستہ ہے۔ لیکن صحیح اور غلط کے لئے کسی کا ذاتی خیال تو کچھ معنی نہیں رکھتا۔ اس کے لئے خدا کی طرف سے آئی ہوئی کسوٹی ہی' صحیح معیار ہو سکتی ہے۔ اس پر پرکھ کر دیکھو کہ کھوٹا کیا ہے اور کھرا کیا۔ (28/85)

4۔ تم کہتے ہو کہ میں اگر اپنے دعوے میں سچا ہوں تو کوئی معجزہ دکھاؤں ۔ (6/110 : 29/50) لیکن مشکل یہ ہے کہ تمہاری آنکھوں میں نور بصیرت نہیں رہی۔ ورنہ صاحب بصیرت کے لئے تو کائنات میں قدم قدم پر معجزات بکھرے پڑے ہیں۔ (10/101) دیکھنے والوں کے لئے وہ معجزات کم نہیں۔ (6/37)۔

5۔ اگر تمہیں ان بکھری ہوئی آیات خداوندی میں صداقت کی شہادت نظر نہیں آتی' تو تم ادھر ادھر چلو پھرو اور اقوام سابقہ کی اجڑی ہوئی بستیوں پر نگہ بصیرت ڈال کر دیکھو کہ جن لوگوں نے حق کی مخالفت کی تھی ان کا انجام کیا ہوا تھا۔ (6/11 : 27/69 : 29/20 : 30/42) لیکن اگر اس قسم کے واضح دلائل اور بین شہادات کے بعد بھی تم قوانین خداوندی کی مخالفت سے باز نہیں آؤ گے تو اس کا نتیجہ بہت جلد تمہارے سامنے آجائے گا۔ (3/11) یعنی جو کچھ اقوام سابقہ کے ساتھ ہوا تھا وہی کچھ تمہارے ساتھ ہو گا۔ (8/38) غلط روش کا نتیجہ تباہی و بربادی کے سوا کچھ ہو نہیں سکتا۔ (45/14) خدا کا قانون مکافات

کسی کی رو رعایت نہیں کیا کرتا۔ (25/77)۔

6۔ تم میری مخالفت یوں کرتے ہو جیسے میں نے دنیا میں پہلی بار دعوئ نبوت کیا ہے۔ یاد رکھو' میں کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں۔ مجھ سے پہلے بھی مختلف اقوام کی طرف سے رسول آتے رہے ہیں۔ میں بھی (انہی کی طرح) تم تک خدا کے پیغامات پہنچاتا ہوں۔ اور خود بھی اسی وحی کا اتباع کرتا ہوں۔ خدا کی وحی کی مخالفت کا نتیجہ جس طرح پہلی قوموں کے سامنے آیا تھا' اسی طرح تمہارے سامنے آجائے گا۔ (48/9)۔

7۔ پھر فرمایا۔ تم جو میری مخالفت میں یوں دن رات لگے رہتے ہو' تو ذرا سوچو کہ تم اگر مجھے تکلیف پہنچانے میں کامیاب بھی ہو جاؤ تو بھی وہ تکلیف اس تباہی کے مقابلہ میں کچھ نہیں ہو گی جو تمہارے اعمال کے بدلے میں تمہیں پہنچے گی۔ (22/72) ذرا غور کر کے بتاؤ کہ تمہارے لئے اس قسم کی تباہی اچھی ہے یا اس جنت کی زندگی جس طرف میں دعوت دیتا ہوں ۔ (25/15)۔

8۔ پھر تم اتنا بھی نہیں سوچتے کہ جس صحیح راستے کی طرف میں تمہیں دعوت دیتا ہوں اس میں میرا کوئی فائدہ نہیں۔ اس میں تمہارا ہی فائدہ ہے۔ لہٰذا' تمہارا جی چاہے تو اسے اختیار کر لو۔ جی چاہے اس سے انکار کر دو۔ (اس سے میرا کچھ نہیں بگڑا گا) (17/107)۔

9۔ آخر میں آپؐ نے ان سے کہا کہ میں نے تم سے جو کچھ کہنا تھا' کہہ چکا۔ اب تم میں سے جس کا جی چاہے صحیح راستہ اختیار کر لے۔ جس کا جی چاہے اس سے انکار کر دے۔ (18/29) میرا تم پر سلام ہو۔ تم عنقریب دیکھ لو گے کہ میں کیا کہتا تھا۔ (43/89)

اہل کتاب سے خطاب

اس کے بعد آپؐ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے۔ وہاں ایک

نئے گروہ کی مخالفت سے سابقہ پڑا۔ اور یہ گروہ تھا اہل کتاب کا جن میں یہودی اس مخالفت میں پیش پیش تھے۔ وہ کھل کر سامنے کم آتے تھے۔ خفیہ سازشیں زیادہ کرتے تھے اور اس کی پشت پر ان کے مذہبی پیشوا۔ علماء و مشائخ ۔۔۔ تھے۔ چونکہ اسلامی نظام میں ان کے اقتدار کی سندیں باقی نہیں رہتی تھیں۔ اس لئے وہ اس کے خلاف ہر ممکن حربہ استعمال کرتے تھے۔ ان کا اعتراض یہ تھا کہ ہمارے پاس خدا کے رسول آتے رہے اور ہمارے پاس خدا کی طرف نازل کردہ کتابیں بھی ہیں۔ اس کے بعد ہمیں ایک نئی رسالت پر ایمان لانے کی ضرورت کیا ہے؟ اس کے جواب میں آپؐ نے ان کے باطن عقائد کو ایک ایک کر کے گنایا اور کہا کہ تم بتاؤ کہ خدا کی طرف سے نازل شدہ تعلیم اس قسم کی ہوتی ہے ؟ آپؐ نے فرمایا۔

1۔ اے یہودیو! تم کہتے ہو کہ تمہیں چند دنوں سے زیادہ جہنم کا عذاب نہیں ہو گا۔ (میں تم سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا تم نے اس کی بابت خدا سے کوئی عہد لے رکھا ہے؟ اگر ایسا ہے تو پھر تمہارا یہ دعوٰے درست ہو سکتا ہے کیونکہ خدا اپنے وعدے کے خلاف نہیں جایا کرتا۔ (لیکن حقیقت یہ ہے کہ تمہیں خدا نے اس قسم کا کوئی وعدہ نہیں دیا۔ اس لئے) تم خدا کے متعلق ایسی بات کیوں کہتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں۔ (2/80)۔

2۔ پھر فرمایا کہ تم کہتے ہو کہ جنت تمہارے لئے مخصوص ہے۔ اگر ایسا ہی ہے تو تم مرنے کی تمنا کیوں نہیں کرتے (تاکہ تم جلدی سے جنت میں پہنچ جاؤ) (62/6 : 2/94)۔

3۔ اے یہود اور نصاریٰ! تمہارا دعویٰ ہے کہ تم خدا کی چہیتی اولاد ہو۔ اگر یہ صحیح ہے تو تم بتاؤ کہ تمہارے جرائم کے بدلے میں تم پر خدا کا عذاب کیوں آتا رہا۔ (کوئی اپنی چہیتی اولاد کو بھی مبتلائے عذات کیا کرتا ہے؟) (5/18)

4۔ پھر ارشاد ہوا۔ اے یہودیوں! تمہارا دعوے ہے کہ تم اپنے انبیا کی کتابوں پر ایمان رکھتے ہو ' اس لئے تمہیں قرآن پر ایمان لانے کی ضرورت نہیں۔

(میں تم سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ) اگر تم واقعی اپنے انبیاء پر ایمان رکھتے تھے تو تم ان کے در پئے آزار کیوں ہوتے تھے اور انہیں قتل کیوں کر دیا کرتے تھے ؟ (3/182 : 2/91)

5۔ اور اے عیسائیوں! تم نے (جناب) مسیحؑ کو خدا بنا رکھا ہے۔ مجھے بتاؤ کہ اگر خدا (حضرت) مسیحؑ اور ان کی والدہ بلکہ جو کوئی بھی زمین پر ہے ان سب کو ہلاک کر دینا چاہتا تو اسے کون روک سکتا تھا ؟ کیا تم نہیں دیکھتے کہ جملہ کائنات میں اقتدار و اختیار اسی کو حاصل ہے! (5/17)

6۔ پھر ان سے کہا۔ تم کہتے ہو کہ نجات اسی کو حاصل ہو سکتی ہے جو یہودی یا نصرانی ہو۔ (یہ تمہاری اپنی گروہ بندیوں کے تعصب کا نتیجہ ہے)۔ خدا کی طرف سے عطا شدہ صحیح دین' مسلک ابراہیمؑ کا تھا جس میں شرک کا شائبہ تک نہ تھا۔ اسے اچھی طرح سن رکھو کہ ہمارا مسلک کیا ہے؟ ہم اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو ہماری طرف نازل ہوئی ہے اور ان کتب سابقہ پر بھی جو ال ابراھیمؑ پر نازل ہوئی تھیں۔ یعنی اسماعیلؑ۔۔۔۔ اسحٰقؑ۔۔ یعقوبؑ اور ان کے افراد خاندان پر۔۔۔ نیز جو موسٰےؑ' عیسیٰؑ اور دیگر انبیاء کو ملی تھیں۔ ہم ان میں سے کسی میں بھی تفریق نہیں کرتے۔ اسطرح ہم خدا کے سچے دین کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں۔ (2/136-135) ۔ سو تم بھی اسی طرح مسلک ابراہیمؑ کی پیروی کرو۔ (3/94)

7۔ (اے بنی اسرائیل (کے مذہبی پیشواؤ!) تم حلال اور حرام کی لمبی چوڑی فہرستیں پیش کر کے کہتے ہو کہ یہ خدائی احکام ہیں۔) تم اپنے دعوے کی تائید میں تورات پیش کرو اور دکھاؤ کہ اس میں یہ کچھ کہاں لکھا ہے۔ یاد رکھو! یہ سب خدا پر افترا ہے اور ظالمین کا شیوہ۔ (3/93-92) تمہاری حالت یہ ہے کہ نہ تم خود ہی خدا کی راہ پر چلنا چاہتے ہو نہ اور لوگوں کو اس راہ پر چلنے دینا چاہتے ہو۔ یاد رکھو! جو کچھ تم کرتے ہو' خدا اس سے بے خبر نہیں۔

(3/98-97)۔

8۔ تم کہتے ہو کہ کسی انسان کی طرف خدا کی وحی کس طرح آ سکتی ہے ؟ تم یہ بتاؤ کہ جو کتاب (حضرت) موسیٰؑ نے پیش کی تھی وہ کس کی طرف سے نازل ہوئی تھی ؟ اسے خدا ہی نے نازل کیا تھا اور ایک انسان ہی کی طرف نازل کیا تھا۔ (پھر اس کتاب کے خلاف یہ اعتراض کیا معنی رکھتا ہے کہ یہ ایک انسان کی طرف کیوں نازل ہوئی ہے۔ (6/92)۔

9۔ میں تم سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ تم نے جو ہماری مخالفت پر کمر باندھ رکھی ہے تو ہمارے کس جرم کی بنا پر ؟ اس جرم کی بنا پر کہ ہم خدا پر ایمان کیوں لاتے ہیں۔ ہم اس کی وحی کو تسلیم کیوں کرتے ہیں ' درانحالیکہ تم میں سے اکثر اس صحیح راستے کو چھوڑ کر غلط راہیں اختیار کر چکے ہیں۔ یاد رکھو! اس کا نتیجہ بڑی سخت تباہی ہو گا۔ (5/60-59)۔

10۔ تم اپنے دین میں غلو کرتے ہو۔ (5/77) اگر تم اس غلو کو چھوڑ کر اعتدال پر آ جاؤ تو تم دیکھو کہ تم میں اور ہم کس قدر مشترک اقدار ہیں۔ ایک خدا کی عبودیت اور اس میں کسی اور کو شریک نہ کرنا۔ (3/63) اب بتاؤ کہ تم اس روش کو اختیار کرنا چاہتے ہو یا نہیں۔ الر ایسا چاہتے ہو تو آؤ ہمارے ساتھ مل کر راہ راست پر چلو۔ اگر نہیں چاہتے تو اس کا خمیازہ تم خود بھگتو گے۔ میں نے تم تک خدا کی بات پہنچا دی۔ (3/19) اگر تم اس پر بھی نہیں مانتے تو پھر تمہاری اور ہماری راہیں جدا جدا ہو گئیں۔ (3/60)۔

بدوی قبائل سے خطاب

مدینہ کے گرد و نواح میں بہت سے بدوی قبائل بھی بستے تھے۔ جب مسلمانوں کو فتوحات حاصل ہونے لگیں تو وہ قبائل بھی اسلامی سوسائٹی میں شامل ہونے لگ گئے۔ وہ اسلام کو اچھی طرح سمجھے نہیں تھے۔ اس کی شان و شوکت دیکھ کر' ساتھ

شامل ہو رہے تھے۔ ان سے ارشاد ہوا کہ

1۔ تم ابھی یہ نہ کہو کہ ہم ایمان لے آئے ہیں۔ تم یہی کہو کہ ہم نے اسلامی حکومت کی اطاعت اختیار کر لی ہے۔ (ایمان تو دل و دماغ کا کامل اطمینان کے بعد صداقت کو قبول کرنے کا نام ہے اور تمہاری یہ حالت ہے کہ) ابھی ایمان تمہارے دل کی گہرائیوں میں نہیں اترا۔ ہاں تم' قوانین خداوندی کی اطاعت کرتے رہو تو رفتہ رفتہ تمہارے دل کی حالت بدل جائے گی۔ اس وقت یہ کہنا کہ ہم ایمان لے آئے ہیں۔ (49/17-14)

منافقین سے خطاب

یہ بدوی قبائل ایمان کے کچے تو تھے لیکن بالعموم نیت کے برے نہیں تھے۔ لیکن ایک اور گروہ تھا جو مسلمانوں میں انتشار اور تخریب پیدا کرنے کے لئے' اسلام کا نقاب اوڑھ کر' اس جماعت میں داخل ہو گیا تھا۔ یہ منافق کا گروہ تھا اور سب سے زیادہ نقصان رساں۔ منافقین کے متعلق مشکل یہ ہوتی ہے کہ کوئی شخص کسی کے دل میں گھس کر دیکھ نہیں سکتا کہ اس کی نیت اور ارادہ کیا ہے۔ انسان کو دوسروں پر اعتماد کرنا پڑتا ہے۔ اسی طرح حضورؐ بھی ان پر اعتماد کر لیتے تھے۔ لیکن جب حالات ان کی نقاب کشائی کرتے تو آپ انہیں سخت زجرو توبیخ کرتے ۔ ان سے کہا جاتا کہ

1۔ تمہاری منافقت کا یہ عالم ہے کہ تم بظاہر جماعت مومنین کے ساتھ ہو اور تمہارے دلوں کی یہ حالت کہ اگر اس جماعت کو کامیابی نصیب ہوتی ہے تو تم جل بھن جاتے ہو۔ اور اگر اس پر کوئی افتاد پڑتی ہے تو اس سے تمہیں بڑی خوشی حاصل ہوتی ہے۔ یاد رکھو! ہماری جماعت کامیابیوں پر کامیابیاں حاصل کئے چلی جائے گی اور تم اپنے حسد اور غصہ کی آگ میں جل کر راکھ ہو جاؤ گے۔ (3/118)-

2۔ تم قسمیں کھا کھا کر کہتے ہو کہ تم دل سے ہمارے ساتھ ہو۔ قسم کھانے کی ضرورت نہیں۔ احکام کی اطاعت خود بتا دے گی کہ تم ہمارے ساتھ ہو یا نہیں۔ (دعویٰ ایمان کی صداقت کی شہادت انسان کا عمل ہوتا ہے۔ نہ کہ قسمیں) (24/53)۔

3۔ بات یہ ہے کہ تمہاری نگاہ صرف دنیاوی مفاد پر رہتی ہے۔ زندگی کے بلند مقاصد پر نہیں رہتی۔ حالانکہ ان بلند مقاصد کے مقابلہ میں دنیاوی مفاد کچھ حقیقت نہیں رکھتے ۔ (4/77)۔

خود اپنی جماعت سے خطاب

لیکن حضورؐ کے حقیقی مخاطب تو خود جماعت مومنین کے افراد تھے جن کی تعلیم و تربیت آپ کے فرائض رسالت میں سر فہرست آتی تھی۔ آپ انہیں تاکید فرماتے کہ

1۔ تم پر جو فرائض خدا نے عائد کئے ہیں ان کی ادائیگی کرو۔ تم دیکھو گے کہ اس سے تمہاری زندگی کس قدر حسین ہو جاتی ہے۔ (39/10)

2۔ میں جس راستے پر چل رہا ہوں تو تم بھی میرے پیچھے پیچھے اسی راستے پر چلتے رہو۔ (3/30+31)۔

خدا اور رسول کی اطاعت کرو۔ اس کا نتیجہ دنیا میں حکومت و اقتدار اور آخرت میں سرفرازی و سربلندی کی زندگی ہو گا۔ (24/55-34)۔

3۔ لیکن اطاعت کوئی وقتی فریضہ نہیں۔ مسلمان کی ساری زندگی حق کی خاطر جدو جہد اور سعی و عمل کی زندگی ہے۔ اس لئے یاد رکھو! اگر تمہارے نزدیک دنیا کی کوئی شے بھی جہاد سے زیادہ عزیز ہو گئی تو تم مومن نہ رہے۔ پھر جو حشر دوسری قوموں کا ہوتا ہے وہی تمہارا ہو گا۔ (9/24)

4۔ لیکن اگر کبھی بھول چوک سے کوئی لغزش ہو جائے تو اس سے افسردہ خاطر

نہ ہو جایا کرو۔ اس کی اصلاح کی فکر کرو۔ اس سے اس نقصان کی بھی تلافی ہو جائے گی جو اس لغزش سے واقع ہو گیا تھا اور سامان رحمت بھی عطا ہو گا۔ (6/54)

5۔ (یاد رکھو۔ میں رہبانیت کی تعلیم دینے کے لئے نہیں آیا جو دنیا کی زیب و زینت کی چیزوں کو تم پر حرام قرار دے دوں)۔ دنیاوی زینت و متاع' انسان کے لئے وجہ کشش ہیں اور ان میں کوئی برائی نہیں۔ اس میں اتنی احتیاط ضروری ہے کہ جب ان میں اور خدا کے عائد کردہ کسی فریضہ میں ٹکراؤ ہو تو اس وقت ترجیح فریضہ خداوندی کو دینی چاہئے کہ ان فرائض کو متاع دنیا کے مقابلہ میں زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ (3/14-13)

6۔یاد رکھو! خبیث و طیب کبھی برابر نہیں ہو سکتے خواہ خبیث کی کثرت انسان کو کتنا ہی فریب کیوں نہ دے۔ للذا' تم ہمیشہ طیب کی راہ اختیار کرو۔ یہی عقل و دانش کا تقاضا ہے۔ (5/100)

حرام و حلال کے متعلق

دین میں حلال و حرام کی تمیز کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ کسی شے کو حرام قرار دینے کے معنی یہ ہیں کہ انسان کی آزادی پر ابدی طور پر پابندی عائد کر دی جائے۔ ظاہر ہے کہ اس کے لئے کسی بہت بڑی اتھارٹی کی ضرورت ہے۔ اس سلسلہ میں اس مجموعہ میں' بڑے واضح ارشادات ہمارے سامنے آتے ہیں۔ فرمایا۔

1۔ خدا نے رزق حلال پیدا کیا تھا لیکن لوگوں نے اپنی توہم پرستیوں سے' اس میں سے خواہ مخواہ بہت سی چیزوں کو اپنے اوپر حرام قرار دے لیا۔ (6/144)

2۔ اے وہ لوگو! جو خدا کے عطا کردہ رزق کو حرام قرار دیتے ہو' میں تم سے پوچھتا ہوں کہ کیا اس بارے میں تمہارے پاس خدا کی طرف سے نازل کردہ کوئی سند ہے ؟ (10/59) میں اس باب میں خدا کی شہادت چاہتا ہوں۔

(6/151)۔

3۔ یاد رکھو! خدا نے تم پر تمام طیب چیزوں کی حلال قرار دیا ہے۔ (5/4)۔ اور جنہیں اس نے حرام ٹھہرایا ہے ان کی وضاحت اپنی کتاب میں کر دی ہے۔ اور وہ یہ ہیں۔ مردار' بہتا ہوا لہو' لحم خنزیر' اور ہر وہ شے جسے خدا کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کر دیا جائے۔ ان کے علاوہ اور کوئی شے نہیں جسے خدا نے حرام قرار دیا ہو۔ (6/146) میں تو اس کی کتاب میں' ان کے علاوہ کسی اور چیز کو حرام نہیں پاتا۔ نہ ہی خدا کے سوا کسی اور کو اس کا حق حاصل ہے کہ وہ کسی شے کو حرام قرار دیدے۔ حتیٰ کہ خود مجھے بھی اس کا حق حاصل نہیں۔ (66/1)

4۔ (یہ لوگ جو بیٹھے بیٹھے یونہی حرام و حلال کی فہرستیں مرتب کرنے لگ جاتے ہیں' میں ان سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ مجھے بتاؤ کہ) وہ کون ہے جو ان چیزوں کو جنہیں خدا نے انسانوں کے لئے وجہ زینت اور خوشگوار بنایا ہے' حرام قرار دیدے؟ (7/32)۔

معاشرتی زندگی سے متعلق احکام

حرام و حلال کے علاوہ' زندگی کے عام معاشرتی معاملات سے متعلق بھی احکام دیئے گئے۔ مثلاً" فرمایا۔

1۔ خدا نے واجب قرار دیا ہے کہ تم شرک نہ کرو۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔ اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے مار نہ ڈالو۔ نہ ہی انہیں صحیح تعلیم و تربیت سے محرورم رکھو۔ بے حیائی کی باتوں کے قریب بھی نہ جاؤ خواہ وہ کھلے بندوں ہو یا چھپ کر۔ کسی جان کو ناحق تلف نہ کرو۔ یتیموں کا مال ناحق مت کھاؤ۔ اپنے وزن اور پیمانے درست رکھو۔ ہمیشہ عدل و انصاف کی بات کرو خواہ اس کی زد تمہارے اپنوں پر ہی کیوں نہ پڑتی ہو۔ جو

عہد تم اپنے خدا سے کرو اسے ضرور پورا کرو۔ (6/153-152) : (7/33)۔

2۔ پھر فرمایا۔ ہمیشہ اچھی بات کرو۔ یاد رکھو شیطان تم میں باہمی نزاع اور فساد پیدا کرنا چاہتا ہے۔ وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔ اس کے حربوں سے بچو۔ (17/53)۔

3۔ خمر اور میسرہ بڑی نقصان رساں چیزیں ہیں۔ ان سے مجتنب رہو۔ (2/219)

4۔ یتیموں کی اصلاح کرو۔ یہ نہایت ضروری ہے۔ (2/220)۔

5۔ ہمیشہ عدل کرو۔ اور قوانین خداوندی کی اطاعت خلوص دل سے کرو۔ (7/29)

6۔ اپنی نگاہوں کو کبھی بے باک نہ ہونے دو۔ بری نظر سے کسی کی طرف نہ دیکھو۔ نہ مرد عورتوں کی طرف اس طرح دیکھیں' نہ عورتیں مردوں کی طرف۔ (24/31-30)

7۔ جو کچھ تمہاری ضروریات سے زائد ہے' وہ سب دوسروں کی ضروریات کے لئے کھلا رکھو۔ (2/219)

8۔ جب تمہیں اپنے طور پر دوسروں کی مدد کرنے کی ضرورت ہو' تو اس کی ابتداء اپنے قریب ترین حلقہ سے کرو۔ مثلاً" اپنے والدین اور دیگر اقربین کو دیکھو۔ پھر معاشرہ کے یتیموں اور مسکینوں کا جائزہ لو۔ اور مسافروں تک کی بھی خبرگیری کرو۔ (2/215)

9۔ چاند (سورج) دنوں کی گنتی شمار کے لئے ہیں۔ اس سلسلہ میں کوئی توہم پرستانہ رسم اختیار نہ کرو۔ (2/189)

10۔ (عام معاشرہ سے آگے بڑھ کر' حضورؐ نے خود اپنی ازواج مطہرات سے فرمایا کہ میرے گھر میں (اسی قسم کی سادہ زندگی بسر کرنی ہو گی جیسی زندگی میں خود بسر کرتا ہوں)۔ اگر تم اس پر رضا مند نہیں اور دنیاوی سازو سامان اور زیب و زینت کی زندگی چاہتی ہو تو میں تمہیں نہایت حسن کارانہ انداز سے

رخصت کر دینے کے لئے تیار ہوں۔ اور اگر تم بطیب خاطر اس نہج کی زندگی بسر کرنا چاہتی ہو تو اس کا اجر بہت بڑا ہو گا۔ (تم دوسروں کے لئے نمونہ بنو گی) (33/29-28)

تمام نوع انسان سے خطاب

حضورؐ کی رسالت کسی خاص قوم یا ملک کے لئے نہیں تھی۔ تمام نوع انسان کے لئے تھی۔ اس لئے آپؐ نے عالمگیر انسانیت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

1۔ اے نوع انسان! میں تم سب کیطرف خدا کا رسول ہوں۔ (7/158)

2۔ پھر فرمایا۔ تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف حق آ گیا ہے۔ جو کوئی اس کی راہ نمائی قبول کرے گا اس کا فائدہ اسی کو ہو گا۔ جو غلط راستے پر چلے گا' اس کا نقصان بھی اسی کو ہو گا۔ میں تم پر داروغہ نہیں مقرر کیا گیا جو تمہیں زبردستی صحیح راستے پر چلاؤں۔ (10/108) میں تو صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ تمہاری غلط روش کا نتیجہ کیا ہو گا۔ (22/49)

3۔ لیکن اگر تم یہ سمجھو کہ میں (خدا کی عبودیت چھوڑ کر) ان ہستیوں کی محکومیت اختیار کر لوں گا جنہیں تم نے اپنا الہ بنا رکھا ہے تو یہ تمہاری بھول ہے میں ایسا کبھی نہیں کروں گا۔ (10/104)

حضورؐ کی دعائیں

اس مجموعہ میں حضورؐ کی کچھ دعائیں بھی مذکور ہیں۔ مثلاً" یہ کہ

1۔ اے میرے نشو و نما دینے والے! میرے علم میں اضافہ کئے جا۔ (20/114)

2۔ تو ہر تباہی سے میری حفاظت فرما۔ مجھے اپنی رحمتوں کے سائے میں رکھ کہ اس قسم کا سایہ عاطفت اور کہیں سے میسر نہیں آ سکتا۔ (23/118)

3۔ اے میرے نشو نما دینے والے! تو مجھے جہاں داخل کر صدق و صفا سے داخل کر۔ اور جہاں سے نکال صدق و صفا سے نکال ۔ (17/80)

کس قدر حسین ہیں یہ دعائیں اور کیسی جنت در آغوش ہیں یہ آرزوئیں!

برادران عزیز! یہ ہیں اس مجموعہ میں سے چند ایک " اقوال رسولؐ اللہ جن کے متن کے کسی ایک لفظ میں بھی کسی مسلمان کو شبہ نہیں ہو سکتا۔ میں نے شروع میں عرض کیا تھا کہ یہ مجموعہ میرے پاس موجود ہے۔ اور میں آپ کو اس کی زیارت کراؤں گا۔ سو یہ ہے میرے ہاتھ میں وہ مجموعہ۔ اور اس کا نام ہے قرآن مجید۔

لیکن آپ کہیں گے کہ قرآن مجید تو خدا کا کلام ہے۔ اس میں اقوال رسولؐ اللہ کس طرح آ گئے ؟ آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ قرآن مجید شروع سے اخیر تک' لفظاً" لفظاً" خدا کا کلام ہے اور اس میں حضور نبی اکرمؐ کا اپنا ایک لفظ بھی نہیں اور جو کچھ میں نے آپ کے سامنے پیش کیا ہے وہ بھی قرآن کریم ہی کی آیات ہیں (جب یہ چھپ کر آپ کے سامنے آئیں گی تو وہاں آپ کو ان کا حوالہ بھی مل جائے گا) لیکن یہ تمام آیات ایسی ہیں جن سے پہلے خدا نے حضورؐ سے کہا ہے کہ " **قل** " تو ایسا کہہ۔ اس سے واضح ہے کہ **قل** کے بعد وہ الفاظ ہیں جنہیں رسولؐ اللہ نے دوسروں سے کہا۔ مثلاً" جب خدا نے حضورؐ سے کہا کہ **قُلْ اِنَّمَآ اَنَاَ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ** (18/110) تو اس آیت میں **اِنَّمَآ اَنَاَ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ** (میں تمہارے جیسا ایک انسان ہوں) وہ قرآنی الفاظ ہیں جو حضورؐ نے متکلم کے صیغے کے ساتھ دوسروں سے کہے تھے۔ لہٰذا' اس اعتبار سے حدیث نبویؐ کی صحیح تعریف (Definition) یہ ہے کہ قرآن کریم کی وہ آیات جن میں خدا نے رسولؐ اللہ سے کہا کہ تو لوگوں سے ایسا کہہ۔ اور حضورؐ نے ویسا فرما دیا۔ یہی وہ " احادیث " ہیں جو وحی پر مبنی ہیں۔ جبریل امین جن کے راوی' خود حضورؐ جن کے جامع اور خدا جن کا محافظ ہے۔ یہ لفظاً" لفظاً" ہم تک پہنچی ہیں اور کسی مسلمان کو ان کی صحت کے متعلق نہ کسی قسم کا شک و شبہ ہو سکتا نہ اختلاف و افتراق کی گنجائش۔ حضورؐ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے جو ارشادات' قرآن کے اندر نہیں آئے ظاہر ہے کہ

وہ وحی کا حصہ نہیں تھے۔ اسی لئے نہ حضورؐ نے انہیں مرتب فرما کر امت کو دیا۔ نہ خدا نے ان کی حفاظت کا ذمہ لیا۔ اسی لئے ان میں اس قدر اختلافات ہیں کہ اگر مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کہتے ہیں کہ بخاری اور مسلم کی کسی ایک حدیث کے انکار سے کفر لازم آ جاتا ہے تو دوسری طرف مودودی صاحب فرماتے ہیں کہ بخاری کی ہر حدیث اس قابل نہیں کہ اسے جوں کا توں مان لیا جائے۔ ہم جسے صحیح سمجھیں گے اسے مانیں گے جسے صحیح نہیں سمجھیں گے اسے مسترد کر دیں گے۔ لیکن قرآن کی کسی آیت کے متعلق وہ ایسا نہیں کہہ سکتے۔

یہ تو رہا احادیث کے اس حصے سے متعلق جسے " اقوالِ رسول اللہ " سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جہاں تک اس حصہ کا تعلق ہے جسے افعال یا اعمال رسول اللہؐ کہہ کر پکارا جاتا ہے، جو قرآن کریم میں وہ حصہ اس کثرت سے آیا ہے کہ میں نے بڑے سائز کی قریب نو سو صفحات پر پھیلی ہوئی سیرت نبویؐ پر مشتمل کتاب (معراج انسانیت) انہی آیات کی بنیادوں پر مرتب (اور شائع) کی ہے۔ (اس کا نیا ایڈیشن طباعت کے لئے تیار ہے) لہٰذا، اقوال و اعمال رسول اللہؐ دونوں قرآن کریم کے اندر ہیں اور یہی امت کے لئے اسوہ حسنہ ہیں۔ باقی رہے حضورؐ کی سیرت سے متعلق تاریخی واقعات۔ سو ان میں سے جو قرآن کریم کے مطابق ہیں انہیں صحیح تسلیم کیا جا سکتا ہے جو اس کے خلاف ہیں وہ صحیح نہیں ہیں۔

مصطلحہ حدیث کے تیسرے حصہ کو " تقریر " کہا جاتا ہے۔ یعنی ایسے امور جو حضورؐ کے سامنے آئے لیکن آپ نے ان سے منع کیا۔ اب ظاہر ہے کہ جن امور سے آپ نے منع نہیں کیا یا سکوت فرمایا وہ دین کی رو سے ناجائز نہیں تھے۔ اس لئے قرآن کریم میں ان کے ذکر کرنے کی بھی ضرورت نہیں تھی۔ قرآن کریم میں صرف ان امور کا ذکر آیا ہے جن کا تعلق دین سے ہے۔ اور یہی وہ قرآن ہے جس کے متعلق وہ قرآنی " حدیث " ہمارے سامنے آتی ہے جس سے ہر مسلمان کا دل لرز جانا چاہئے۔ وہ قرآنی " حدیث" یہ ہے کہ جب یہ امت خدا کے سامنے جائے

گی تو

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِى اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ○

(25/30)

حضورؐ فریاد کریں گے کہ اے میرے رب! یہ ہے میری وہ قوم جس نے اس قرآن کو چھوڑ دیا تھا۔

حضورؐ کی اس فریاد میں' قرآن کے علاوہ کسی اور چیز کے چھوڑ دینے کا ذکر نہیں' کہ قرآن ہی کے ساتھ منسلک سے دین قائم رہتا ہے اور اس کو چھوڑ دینے سے دامن دین ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے۔

آخر میں' میں اس حقیقت کو پھر دہرا دینا چاہتا ہوں کہ میں نے قرآن کریم کی جو آیات پیش کی ہیں' وہ حرفاً" حرفاً" خدا کا کلام ہیں۔ رسول اللہؐ کا اپنا کلام نہیں۔ انہیں احادیث صرف یہ واضح کرنے کے لئے کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ سے فرمایا کہ تم ایسا کہو۔ اور حضورؐ نے ویسا فرما دیا۔ یہی ہے کلام خداوندی کا وہ حصہ جسے صحیح ترین احادیث کہا جا سکتا ہے۔ اور یوں تو اگر سورہ فاتحہ کی الحمد سے پہلے ایک لفظ قل کو محذوف مان لیا جائے تو سارے کا سارا قرآن اسی ذیل میں آجاتا ہے۔ یعنی کلام خداوندی جو قلب نبویؐ پر بالفاظ نازل ہوا اور جسے حضورؐ نے لوگوں کے سامنے پیش کر دیا۔

یہ ہے وہ مجموعہ احادیث جسے دینے کے بعد قرآن نے کہا تھا کہ

فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَهٗ یُؤْمِنُوْنَ ○ (7:185)

اس کے بعد کون سی حدیث باقی رہ جاتی ہے جس پر یہ ایمان لائیں گے؟

والسلام

✿ ✿ ✿